مفاد پرستی میں ڈوبی ہوئی قوم

فکر و تدبر

ڈاکٹر اے آر خالد

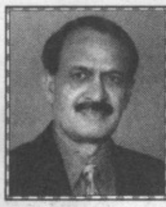

مفاد پرستی کی جو مکروہ شکل پاکستان میں پروان چڑھ چکی ہے۔ وہ نہ تو کسی ملک میں موجود دکھائی دیتی ہے اور نہ ہی اس کے خوف و خطرے سے بچنے کی بظاہر کوئی تدبیر سجھائی دیتی ہے۔ زندگی کا ہر شعبہ اس کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ اس نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر جس طرح اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے اس کے سامنے ہر کس و ناکس اپاہج کی سی زندگی گزارنے مجبور ہو چکا ہے۔ نہ زندگی میں کوئی رمق باقی ہے نہ کوئی اصول، نہ کہیں اخلاق دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی اخلاص، نفس پرستی کے سبب سبھی کے نفس اتنے موٹے تازے ہو چکے ہیں کہ ان کو پالنے کی تدابیر وتراکیب میں ہی ہر کوئی اپنے ہر ماہ و سال گزار رہا ہے۔ اسی لئے جب پاکستانی قوم کی بات کی کی جائے تو بعض سخن وران ہنر اسے قوم ہی نہیں مانتے ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ جو قوم بغیر ملک یا زمین کے کسی ٹکڑے کے اقوام عالم میں خود کو قوم منوا چکی تھی جب وہ اپنے اس نظریئے اس نصب العین اور اس سوچ سے علیحدہ ہو جائے اسے فرسودہ قرار دے دے تنازعہ بنانے والوں کو برداشت کرے تو وہ اپنی ساکھ اور اپنی حیثیت کو برقرار رکھنے کے جتنے چاہے جتن لگا لے برقرار نہیں رکھ سکتی۔ چہ جائیکہ اس جانب سرے سے کوئی کوشش ہی نہ کی جائے مفاد پرستی اور ذات پرستی کا جرم کرنے والے تو بڑے ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے انداز میں ایسا کرتے ہیں جبکہ ہمارے یہ سکہ رائج الوقت بن چکا ہے۔ جنہیں قوم کی یکجہتی کیلئے کام کرنا چاہئے تھا وہ اسے تقسیم کرنے کی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اسی میں ان کا مفاد ہے۔ نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی مخالفت کے ذمہ دار اپنے کلیدی کردار کو ادا کرنے کی بجائے ایسی راہ پر چل نکلیں جس کی نہ کوئی منزل ہو اور نہ ہی مفاد پرستی یا ذات پرستی کے علاوہ کوئی اور مقصد تو ایسے میں قوم کا منتشر ہونا اور اپنی گم کشتہ راہ کی تلاش کی سعی وجہد ترک کرنا مایوسی نہیں تو اور کیا ہے وہ مایوسی جو کفر کہلاتی ہے۔ دوسروں کی طاقت کے خوف سے اپنی بزدلی اور کمزوری کو چھپانے کیلئے ایسے ایسے قدم اٹھانا جو تباہی و بربادی کو یقینی بنائیں ایک ایسا رویہ ہے جو اقتدار کے ایوانوں میں ہمیشہ موجود رہا بلکہ مضبوط ہو کر سامنے آتا رہا۔

یقین جانیئے قائداعظم کے بعد ہر قیادت نے اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے ہر شے داؤ پر لگا دی۔ اس رویے میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اتنی پختگی آئی کہ سچائی اور حقیقت کو نظرانداز کرنے کے ساتھ ساتھ جھوٹ، منافقت اور پروپیگنڈا کے زور پر خود کو منوانے اور بطور قوم کا خیر خواہ منوانے کی جو رسم بد ہمارے ہاں زور پکڑ چکی ہے اس کے سبب قوم میں ایک جمود، تعطل، اور مایوسی، کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا اور اس فطری عمل کے سبب ہی قوم میں وہ شعور پیدا نہ ہو سکا جو اجتماعی فلاحی زندگی کے تقدم سے اسے آشنا کر دیتا ہر سطح پر بے چارگی کا اب تو یہ عالم ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے مزدور سے لے کر ایوان اقتدار میں بیٹھے ہوئے طاقتور سے طاقتور حکمران تک ہر کوئی اس بیچارگی اور ایک مستقل دباؤ کے نیچے کراہ رہا ہے کسی پر اپنے آقاؤں کا دباؤ ہے تو کسی پر خارجی آقاؤں کا دباؤ۔ کسی پر سیاست کا دباؤ ہے تو کسی پر سازش کا دباؤ، کسی پر اقتدار کو بچانے کا دباؤ ہے تو کسی پر اقتدار میں آنے کا دباؤ، جرنیل، جج، صحافی، سیاست دان، تاجر، مذہبی لیڈر بلکہ عام پاکستانی سبھی ایک مرئی اور غیر مرئی دباؤ کے نیچے کراہ رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب انصاف دینے والے کے انصاف دینے پر یہ تاثر گہرا ہو کہ کسی ڈیل کے نتیجہ میں انصاف دیا گیا ہے یا انصاف نہ دینے پر یہ تہمت لگے کہ ایسا کسی دباؤ کے تحت ہوا ہے تو پھر دباؤ کا ہر حال میں موجود ہونا حالات وواقعات کی شہادتوں اور گواہیوں سے ثابت ہوتا ہے۔ انسانی ضمیر کی تفہیم کرانے جس سائنس دان اور دانشور نے اسے بجلی کے بلب کے اندر کی روشنی سے تشبیہ دی تھی وہ اس کا ابلاغ کرانے میں بہت کامیاب قرار دیا گیا تھا کیونہ اس نے بلب کے اندر کی تمام روشنی کو اس مدافعانہ قوت اور فعل کا نتیجہ قرار دیا تھا جو اس تار میں موجود ہوتی ہے۔ جو بلب کے اندر نصب کی جاتی ہے جس لمحہ یہ تار ٹوٹ جائے کمزور ہو کر اس کی مدافعانہ قوت ختم ہو جائے تو روشن بلب تاریکی کا گھر بن جاتا ہے۔ انسانی ضمیر کو جب انسان کی چھوٹی چھوٹی خواہشیں گلا گھونٹ کر نیم ادھموا کر دیں جب وہ چھوٹے چھوٹے دباؤ کو برداشت کرنے کی بجائے بے دست دیا ہو جائے تو وہ نہ اس کی جرنیلی کا رعب رہتا ہے نہ اس کے جج ہونے کا احترام نہ اس کی صحافت کا ڈر رہتا ہے نہ اس کی سیاست کی آبرو، اس کی مفاد پرستی اس کو اندر سے اتنا کمزور کر دیتی ہے کہ وہ اپنی کمزوری کو چھپانے کیلئے جو بھی تدبیر کرتا ہے جو بھی عمل کرتا ہے وہ اس کمزوری کو چھپانے کی بجائے اسے ظاہر کرنے کا موجب بنتی ہے۔

آج فی الواقع من حیث القوم اپنی غرضوں اور کمزوریوں کے سبب ہم سب اپاہج ہو چکے ہیں۔ اپنے اس اپاہج پن کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہرانے کی صبح و شام گردان کرتے ہیں جو ہمارے حالات کو سنوارنے کا ہرگز موجب نہیں بن سکی۔ یہ تو خود کو دھوکہ دینے کا عمل ہے جو ہم کئے جا رہے ہیں۔ جمہوریت میں آمریت ملنے کوشش اور آمریت میں جمہوریت کیلئے جدوجہد آزمائے ہوئے کو آزمانے کا وہ محاروہ "آزمودہ را آزمودان جہل است" ہم اس حد تک فراموش کر چکے ہیں کہ آزمائے ہوئے کو بار بار آزمانے کیلئے کوششیں کرتے ہیں۔ اپنی خواہشات کی غلامی کرنے والے اور اپنے نفس کی اطاعت کرنے والے بزدلی و نامرادی کی شرمناک شکل سے محفوظ رہنے کیلئے جو بھی ماسک چہرے پر سجا لیں وہ بزدلی و نامرادی کی شکل میں ڈھل جائے گا۔ اقتدار نشینوں کے اذہان میں یہ نقاس پہلے دن سے ہی سما جاتا ہے کہ وہ طاقت کے زور پر ہر کام کروا سکتے ہیں جس کو چاہیں سیدھا کر سکتے ہیں جس کو چاہیں چپ کرا سکتے ہیں۔ جس سے جو بے اصولی کرانا چاہیں کرا سکتے ہیں۔ وہ تاریخ کے بڑے بڑے طاقتوروں کے انجام بد سے آگاہی کے باوجود طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا رہتے ہیں اب طاقت کے ساتھ دوسرا ہتھیار پروپیگنڈے کا ہے مگر اس حقیقت کو بہر طور تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ طاقت کا استعمال اور پروپیگنڈا کا حربہ اکیلے اکیلے یا دونوں مل کر اصلاح احوال کے کسی دیرپا عمل کو جنم دینے سے قاصر رہے ہیں اور قاصر رہیں گے اور جب تک اصلاح احوال کی کوششیں اختیار نہیں کی جاتیں اور انہیں کارگر نہیں بنایا جاتا اندر کا خوف ختم نہیں ہو سکتا۔ اندر کا اپنا خوف باقی رہے تو دوسروں کے اندر کا خوف کسی طاقت کے استعمال یا پراپیگنڈہ کے زور پر کیونکر ختم ہو سکتا ہے۔ ایسے حربے صرف مایوسی اور بزدلی کو تقویت دینے کا موجب بنتے ہیں۔ اس سے عوام کے اذہان و قلوب میں کوئی مثبت تبدیلی پیدا ہو سکتی تو اب تک دنیا کے ہر ملک میں مثبت رویئے آچکے ہوتے خوفزدہ کر کے مفاد پرستی کے پودے کو سینچنے والے حربے بہت ہی عارضی ثابت ہوتے ہیں۔ زندہ قوموں کے افراد کو ڈرانے دھمکانے یا وعظ و نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اچھے کو اچھا اور برے کو برا سمجھنے کا شعور حاصل کر لیں تو ان کے اذہان و قلوب سے خوف ختم ہو جاتا ہے اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم میں ابھی تک یہ شعور پیدا نہیں ہوا کسی نے مفاد پرستی سے اوپر کی سطح پر اٹھ کر یہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی قائداعظم کی طرح جن کی انگریزی میں تقریر ایک ان پڑھ دیہاتی پورے انہماک سے سن رہا تھا کہ کسی پڑھے لکھے نے اس کے اس انہماک پر کہا تمہیں انگریزی کی سمجھ تو آ نہیں رہی پھر اس قدر سنجیدگی سے کیا سن رہے ہو۔ دیہاتی نے سادگی سے کہا کہ مجھے واقعتاً یہ پتہ نہیں کہ بابائے قوم کیا کہہ رہے ہیں مگر مجھے اتنا پتہ ہے کہ وہ جو کہہ رہے ہیں میرے اور میرے ملک کے عوام کے مفاد میں کہہ رہے ہیں۔ آج ہمارے حکمران طبقہ میں سے کسی کے مقدر میں عوام الناس کا یہ یقین نہیں آیا کہ وہ جو کہہ رہے ہیں ان کے مفاد میں کہہ رہے ہیں شاید اس لئے نہیں کہ وہ ایسا نہیں کہتے وہ جو کہتے ہیں اپنے مفاد میں کرتے ہیں اپنے مفاد میں کہتے ہیں۔